ششماہی علوم القرآن، علی گڑھ، ۳۰؍۱، جنوری - جون ۲۰۱۵ء

محکم ومتشابہ-مختلف نقطہ ہائے نظر کا تحقیقی جائزہ

نعمانہ خالد

محکم ومتشابہ علوم القرآن کی اہم بحث ہے جس پر علامہ زرکشیؒ نے البرھان فی علوم القرآن کی نوع ۳۶ اور ۳۷ میں، علامہ سیوطیؒ نے الاتقان فی علوم القرآن کی نوع ۴۳ میں اور علامہ زرقانی نے مناھل العرفان فی علوم القرآن کی پندرہویں نوع میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ ذیل میں اس علم اور اس سے متعلقہ مباحث کا جائزہ لیا جائے گا۔

محکم ومتشابہ-لغوی مفہوم

محکم، حکم سے ماخوذ ہے جس کا مطلب فیصلہ کرنا، علم اور فقہ ہے۔ یہ حکم یحکم کا مصدر ہے محکم وہ ہے جس میں کوئی اختلاف واضطراب نہ ہو۔ فعیل بمعنی مفعل اسی طرح احکم بمعنی محکم ہے۔

هو مالم يكن متشابها لأنه أحكم بيانه بنفسه ولم يفتقر إلى غيره۔

(متشابہ نہ ہو یعنی وہ اپنے مفہوم میں پکی اور دوسروں کی محتاج نہیں ہوتی۔)

القاموس الوحید میں محکم کے معنی یوں بیان کیے گئے ہیں:

۱- مضبوط ومستحکم، پختہ، درست

۲- قرآن کریم کی وہ آیات جو ظاہر وواضح ہیں ان میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔[۲]

غرض محکم کے لغوی معنی قوی اور مضبوط کے ہیں۔

متشابہ لغت میں الاشتباہ اور تشابہت سے ماخوذ ہے۔ جن کے معانی یوں بیان کیے گئے ہیں:

الاشتباہ: شبہ، شک، التباس

التشابہ: یکسانیت

المتشابہ: ملتا جلتا، یکساں[۳]

غرض متشابہ سے مراد شک وشبہ اور ملتے جلتے امور ہیں۔

محکم ومتشابہ- اصطلاحی مفہوم

محکم اور متشابہ کی تعریف کے بارے میں بہت سے اقوال مروی ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے الاتقان فی علوم القرآن میں چودہ اقوال نقل کیے ہیں[۴]۔ ذیل میں چند اقوال کا ذکر کیا جائے گا۔

المحکم ما عرف المراد منه إما بالظهور وإما بالتأويل والمتشابه ما استأثر الله بعلمه كقيام الساعة وخروج الدجال والحروف المقطعة في أوائل السور۔

(جس امر کی مراد صاف طور پر یا تاویل کے ذریعہ سے معلوم ہو جائے وہ محکم ہے اور جس چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی لیے خاص کیا ہے جیسے قیامت کا قائم ہونا اور دجال کا خروج اور سورتوں کے اوائل میں حروف مقطعات، یہ سب متشابہات میں شامل ہیں۔

المحكم مالا يحتمل من التأويل إلا وجها واحدا والمتشابه ما احتمل أوجها ۔

(جس امر کی ایک ہی وجہ پر تاویل ہو سکے وہ محکم ہے اور جس کی تاویل میں کئی وجوہ کا احتمال رکھتی ہو وہ متشابہ ہے۔)

المراد بالمحكم ما اتضح معناه والمتشابه بخلافه[۵]۔

(یعنی محکم وہ ہے جس کے معنی واضح اور کھلے ہوں اور جو اس کے برعکس ہو وہ متشابہ ہے۔

شاہ ولی اللہؒ نے محکم ومتشابہ آیات کی توضیح یوں بیان فرمائی ہے:

لیعلم ان المحکم ما لم یفهم منه العارف باللغة الا معنی واحداً والمعتبر فهم العرب الاول لافهم مدققی زماننا والمتشابه ما احتمل معنيين لاحتمال رجوع ضمير الى مرجعين ۶۔

(جان لیا جائے کہ محکم آیات سے مراد وہ آیات ہیں، جن کے مفہوم کے متعلق عربی زبان کے ماہر شخص کو کسی قسم کا تردد یا تذبذب نہ ہو اور اس فہم کے لیے قدیم عربوں کا اعتبار کیا جائے گا، اس زمانہ کے مدققین یا محققین کے فہم کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور متشابہ سے مراد وہ لفظ یا کلمہ ہے کہ اس میں آمدہ ضمیر دو مراجع کی طرف لوٹنے کا احتمال ہو)۔

تفسیر مظہری میں محکم ومتشابہ آیات کی تعریف یوں بیان ہوئی ہے:

''محکمات ان آیات کو کہتے ہیں جن کی مراد ایسے شخص پر بالکل ظاہر اور بیّن ہو جو قواعدِ عربیہ کو اچھی طرح جاننے والا ہو، اور جن آیات کی تفسیر اور معانی ایسے شخص پر ظاہر نہ ہوں ان کو متشابہات کہتے ہیں'' ۷۔

محکم ومتشابہ- اصولیین کی نظر میں:

محکم ومتشابہ آیات کی وضاحت اصولیین نے یوں کی ہے: علامہ علاء الدین البخاری کے بقول:

(فاذا ازداد) أی المفسر، قوة (واحكم المراد به) الباء يتعلق بالارادة وضمن أحكم معنى امتنع أو أمن أی امتنع المعنى الذی اريد بالمفسر عن النسخ والتبديل وهم مترادفان ههنا (سمی محكما) فظهر بما ذكر أنه لا بد من كون الكلام فی غاية الوضوع فی افادة معناه وكونه غير قابل للنسخ ليسمى محكما ۸۔

((فاذا ازداد) یعنی یعنی قوت میں وہ مفسر پر فائق ہو (واحکم المراد به)

''بہ'' کی باء ارادہ سے متعلق ہے اور لفظ احکم امتنع یا اُمن کے معنی کو متضمن ہے یعنی محکم کو اس معنی سے روک دیا گیا ہو جو مفسر میں نسخ وتبدیلی کے حوالے سے مراد لیا جاتا ہے تو اسے محکم کا نام دیا جائے گا، پس مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کلام کا اپنے معنی کو فائدہ دینے میں انتہائی درجے میں واضح ہونا اور نسخ کو قبول نہ کرنا ضروری ہے تاکہ اسے محکم سے تعبیر کیا جاسکے۔)

فإذا صار المراد مشتبها على وجه لا طريق لدركه حتى سقط طلبه ووجب اعتقاد الحقية فيه سمي متشابها بخلاف المجمل فإن طريق دركه متوهم وطريق درك المشكل قائم فأما المتشابه فلا طريق لدركه إلا التسليم فيقتضي اعتقاد الحقية قبل الإصابة۹۔

(یعنی جب مراد مشتبہ ہو جائے اس وجہ پر کہ اس کی پہچان کا کوئی ذریعہ نہ رہے یہاں تک کہ اس کی طلب کی امید بھی ساقط ہو جائے تو مجمل کے برخلاف اسے متشابہ کہا جاتا ہے)۔

علامہ ابوبکر الجصاص ؒ ''الفصول فی الاصول'' میں امام ابوالحسن الکرخیؒ کی بیان کردہ تعریف نقل فرماتے ہیں:

كان أبوالحسن رحمه الله يقول المحكم (ما) لا يحتمل الا وجها واحدا والمتشابه ما يحتمل وجهين أو اكثر منهما۱۰۔

(ابوالحسن فرماتے تھے کہ محکم وہ ہے جو ایک سے زیادہ معنی کا محتمل نہیں ہوتا اور متشابہ دو یا اس سے بھی زیادہ معانی کو محتمل ہوتا ہے۔)

تمام تعریفات کا حاصل ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

☆ محکم وہ ہے جس کی مراد واضح، یقینی اور قوی ہو نیز جس میں نسخ کا احتمال ہرگز نہ ہو۔

☆ متشابہ، محکم کے برعکس ہے یعنی جس کی مراد غیر یقینی و مبہم ہو اور اس میں کئی معانی کا احتمال موجود ہو۔ نیز متشابہ وہ کلام ہے جس کی حقیقی مراد کی معرفت کی امید منقطع ہو جائے۔

محکم و متشابہ از روئے قرآن

قرآن مجید میں محکم آیات بھی ہیں اور متشابہات بھی۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیَ أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاء الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاء تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلاَّ اللّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِيْ الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلاَّ أُوْلُواْ الألْبَابِ

(آل عمران ۳/۷)

وہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی جس کی بعض آیتیں محکم ہیں اور وہی اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ ہیں، تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کا اتباع کرتے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں او رمراد اصلی کا پتہ لگائیں حالانکہ مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور جو لوگ علم میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے۔ یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو عقلمند ہی قبول کرتے ہیں

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ محکم و متشابہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں تاکہ فتنہ وفساد پھیلا سکیں۔

آیت سے متعلقہ مسائل

اس آیت کے تحت بیان ہونے والے مسائل ومباحث درج ذیل ہیں:

۱-قرآن محکم ہے یا متشابہ؟

بعض علماء کے مطابق قرآن سارے کا سارا محکم ہے۔ ان کی دلیل یہ آیت مبارکہ ہے کہ:

كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ (ھود ۱۱/۱)۔

یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں مستحکم ہیں اور خدائے حکیم وخبیر کی طرف

سے یہ تفصیل بیان کردی گئی ہیں۔

بعض حضرات کا موقف ہے کہ یہ تمام متشابہ ہے، کیونکہ ارشادِ گرامی ہے:

اللَّهُ نَزَّلَ أَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتَاباً مُّتَشَابِهاً (الزمر ۳۹/۲۳)۔

اللہ نے نہایت اچھی باتیں نازل فرمائیں ہیں یعنی کتاب جس کی آیتیں باہم ملتی جلتی ہیں۔

جمہور علماء نے یہ دونوں موقف قبول نہیں کیے۔ علامہ قرطبیؒ نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ:

"قلت: وليس هذا من معنى الآية في شي، فإن قوله تعالى: "كتاب أحكمت آياته" أي في النظم والرصف وأنه حق من عند الله. ومعنى "كِتَاباً مُّتَشَابِهاً "، أي يشبه بعضه بعضا ويصدق بعضه بعضاً. وليس المراد بقوله: " آيتٌ مُّحۡكَمَاتٌ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ " هذا المعنى، وإنما المتشابه في هذه الآية من باب الإحتمال والا شتباه، من قوله: "إن البقر تشابه علينا" أي التبس فيه ولا يحتمل إلا وجها واحدا. وقيل: إن المتشابه ما يحتمل وجوها، ثم إذا ردت الوجوه إلى وجه واحدا وابطل الباقي صار المتشابه محكما. فالمحكم أبدا أصل ترد إليه الفروع، والمتشابه هو الفرع "الخ۔

(میں کہتا ہوں: آیت کے معنی میں سے اس میں کوئی شے نہیں ہے، کیونکہ قول باری تعالیٰ "............" یعنی نظم اور وصف میں اس کی آیات پختہ اور مضبوط ہیں اور یہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حق ہیں اور "كِتَاباً مُّتَشَابِهاً" کا معنی ہے کہ اس کی بعض آیات بعض کے مشابہ ہیں اور بعض بعض کی تصدیق کرتی ہیں۔ اور قول باری تعالیٰ: "آيتٌ مُّحۡكَمَاتٌ" اور "وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ" سے مراد یہ معنی نہیں ہے۔ کیونکہ اس آیت میں متشابہ احتمال اور اشتباہ کے باب سے ہے جو اس قول میں ہے "إن البقر تشابه علينا" یعنی وہ گائے ہم پر ملتبس ہوگئی۔ یعنی یہ (لفظ) گایوں میں سے بہت سی انواع کا احتمال رکھتا ہے۔ اور محکم سے مراد وہ ہے جو اس کے مقابلہ

میں ہو۔ اور وہ ہے جس میں کوئی التباس نہ ہو اور وہ سوائے ایک وجہ کے اور کوئی احتمال نہ رکھتا ہو۔ اور کہا گیا ہے: بے شک متشابہ وہ ہے جو کئی وجوہ کا احتمال رکھتا ہے۔ پھر جب ان وجوہ کو ایک وجہ کی طرف لوٹا دیا جائے اور باقی باطل قرار دی جائیں تو وہ متشابہ محکم ہو جاتا ہے۔ پس محکم ہمیشہ اصل ہوتا ہے اور فروع اس کی طرف لوٹائی جاتی ہیں اور متشابہ وہی فرع ہے)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ، ابن حبیب نیشاپوریؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

"الثالث وهو الصحيح إنقسامه إلى محكم و متشابه للآية المصدر بها والجواب عن الآيتين أن المراد بإحكامه إتقانه وعدم تطرق النقص والاختلاف إليه وبتشابهه كونه يشبه بعضه بعضا في الحق والصدق والإعجاز " [۱۲]

(یعنی صحیح قول یہ ہے کہ اس آیت کے بموجب قرآن کی تقسیم محکم اور متشابہ ان دو قسموں کی طرف کی جاتی ہے۔ پہلے اور دوسرے قولوں میں جن آیتوں سے استدلال کیا گیا ہے ان کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ پہلی آیت میں قرآن کے اِحکام سے مراد اس کا اتقان اور نقص سے پاک ہونا ہے اور دوسری آیت میں قرآن کے متشابہ کہنے کا یہ مدعا ہے کہ قرآن (کی آیتیں) حق وصداقت اور اعجاز میں باہم ایک دوسرے کے متشابہ ہیں)

پس ثابت ہوا کہ قرآن میں محکم ومتشابہ دونوں طرح کے الفاظ موجود ہیں اور یوں کہنا کہ پورا قرآن محکم ہے یا پورے کا پورا قرآن متشابہ ہے، درست امر نہیں ہے۔

۲-متشابہات کا علم کس کس کے پاس ہے؟

اس آیت کے سلسلے میں دو آراء ہیں:

☆ بعض علماء نے والراسخون کا عطف لفظ اللہ پر کیا ہے۔ اس قول کے مطابق معنی یہ ہوگا کہ متشابہات کی حقیقی غرض اللہ تعالیٰ اور علمائے راسخین کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ یہ چند علماء کا موقف ہے جس میں مجاہد اور ربیع بن انس شامل ہیں [۱۳]۔

☆ دوسرے علماء نے اِلا اللہ پر وقف کیا ہے اور والراسخون سے آخر تک مستقل جملہ قرار دیا ہے۔ ان کے قول کے مطابق معنی یہ ہوگا کہ متشابہات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور علمائے راسخین نہ جاننے کے باوجود ان آیات کی حقانیت اور منزل من اللہ ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کا مسلک محض تفویض وتسلیم کا ہے۔ یہ موقف حضرت ابن مسعود، ابی بن کعب، ابن عباس اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہی امام کسائی، اخفش، فراء اور ابوعبید وغیرہم کا مذہب ہے[۱۴]۔

جمہور علماء کے موقف کی تائید درج ذیل امور سے بھی ہوتی ہے:

اول: امام سیوطیؒ کے بقول جمہور علماء کے مذہب کی صحت پر وہ روایت بھی دلالت کرتی ہے جس کو عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں اور حاکم نے اپنے مستدرک میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وہ پڑھا کرتے تھے:

"وما یعلم تاویله الا الله ویقول الراسخون فی العلم آمنا به"

پس ابن عباس کی یہ قراءت صاف طور سے دلالت کر رہی ہے کہ اس میں واؤ عاطفہ نہیں بلکہ استینافیہ ہے اور گو اس روایت کا قراءت ہونا ثابت نہیں ہوا ہے تاہم کم از کم اس کو یہ درجہ تو ضرور حاصل ہے کہ صحیح اسناد کے ساتھ یہ ترجمان القرآن کا قول تسلیم کیا گیا ہے اور تفسیر کلام اللہ کے بارے میں ان کا بیان دوسرے ان کے بعد اور ان سے کم درجہ رکھنے والے لوگوں کے بیان پر بہر حال مقدم ہوگا۔

دوم: خود آیت کریمہ نے متشابہ کے پیچھے پڑنے والوں کو برا کہا۔ ان کو کج روی اور مفسدہ پردازی کا خواہاں بتایا اور ان لوگوں کی جنھوں نے متشابہ کا علم خدا کے سپرد کر کے اس کے ماننے کے لیے سر تسلیم خم کر دیا، ویسی ہی تعریف کی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے غیب پر ایمان لانے والوں کی کی ہے[۱۵]۔

جمہور علماء کے موقف پر اعتراض اور اس کا جواب

جمہور علماء کے موقف پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ کیا قرآن کریم میں ایسی آیات بھی

ہیں جن کا مفہوم کسی کو معلوم نہیں۔ اگر ایسا ہے تو نہ ان کو کوئی سمجھ سکتا ہے اور نہ ان سے ہدایت حاصل کی جاسکتی ہے۔ مفسرین نے اس شبہ کا یہ جواب دیا ہے کہ جو علماء الا اللہ پر وقف کرتے ہیں وہ متشابہات کا عام معنی مراد نہیں لیتے بلکہ ان کے نزدیک متشابہات سے مراد وہ امور ہیں:

"ما استاثره الله تعالیٰ بعلمه کقیام الساعة والحروف المقطعة فی اوائل السور" [۱۶]۔

یعنی جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کیا ہوا ہے جیسے قیامت کا وقت، سورتوں سے پہلے حروف مقطعات وغیرہ۔ مولانا ادریس کاندھلویؒ نے اس بحث کو یوں بیان کیا ہے:

متشابہ کی دو اقسام ہیں:

متشابہ حقیقی

جس کی مراد معلوم ہونے کی نہ تو امید باقی رہی ہو اور نہ اس کی مراد معلوم ہونے کا کوئی ذریعہ اور امکان ہو جیسے مقطعات قرآنیہ الم، طسم وغیرہ وغیرہ۔ نہ لغت سے ان کے معنی معلوم ہو سکتے ہیں اور نہ شریعت نے ان کے معنی بیان کیے ہیں۔ پس اگر آیت میں متشابہات سے یہ معنی مراد لیے جائیں تو اس معنی کے متشابہ کی مراد سوائے اللہ کے کسی کو معلوم نہیں۔

متشابہ اضافی

آیت میں اجمال اور ابہام یا اشتراک لفظی کی وجہ سے اس کی مراد میں اشتباہ پیش آ گیا ہو۔ متشابہ کے یہ معنی اصطلاحی مجمل اور مؤول کو بھی شامل ہیں۔ اس طرح کے متشابہات کے معنی اور تاویل راسخین فی العلم کو بھی بقدر اپنے علم اور فہم کے معلوم ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ اصل حقیقت اور پوری کیفیت اللہ ہی کو معلوم ہوتی ہے لیکن راسخین فی العلم جب محکمات کی طرف رجوع کرتے ہیں اور خداداد علم اور فہم سے ان میں غور و فکر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جتنی تاویل اور معنی ان پر واضح کرنا چاہتے ہیں اتنی معنی اور تاویل ان پر واضح فرما دیتے ہیں [۱۷]۔

علامہ آلوسیؒ نے اس مسئلہ سے اس انداز میں بحث کی ہے:

ولعل القائل بكون المتشابه مما استأثر الله تعالى بعلمه لا يمنع تعليمه للنبي ﷺ بواسطة الوحي مثلا ولا إلقاء ه في روع الوليّ الكامل مفصلا لكن لا يصل إلى درجة الإحاطة كعلم الله تعالى وإن لم يكن مفصلا فلا أقل من أن يكون مجملا ومنع هذا وذاك مما لا يكاد يقول به من يعرف رتبة النبي ﷺ ورتبة أولياء أمته الكاملين وإنما المنع من الإحاطة ومن معرفة على سبيل النظر والفكر ۱۸؎

(یعنی جن علماء کے نزدیک متشابہات سے مراد وہ امور ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے مختص فرمایا ہے وہ علماء بھی اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان امور کا علم بذریعہ وحی اپنے رسول ﷺ کو دیا، یا اولیائے کاملین کے قلوب میں القاء فرمایا ہے۔ کیونکہ جو شخص حضور ﷺ کے مقام رفیع اور آپ ﷺ کی امت کے اولیائے کاملین کے مرتبہ کو پہچانتا ہے وہ اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ نفی علم محیط کی ہے اور اس علم کی جو انسان اپنی عقل وفکر سے حاصل کرتا ہے نہ اس علم کی جو اللہ اپنے نبی کو بذریعہ وحی یا کسی ولی کو بذریعہ الہام عطا کرتا ہے)۔

تطبیق

یہ نزاع اور اختلاف حقیقی نہیں بلکہ لفظی اور صوری ہے۔ جن لوگوں نے متشابہ کے پہلے معنی مراد لیے ان کے نزدیک الا اللـه پر وقف ضروری اور لازم ہے اس لیے کہ مقطعات قرآنیہ جیسے متشابہات کی تاویل سوائے حق تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں۔ اور جن لوگوں نے متشابہ کے دوسرے معنی مراد لیے جو مجمل اور محتمل اور مؤول کو بھی شامل ہیں ان کے نزدیک والراسخون کا عطف لفظ اللہ پر جائز ہے اس لیے کہ ایسے متشابہات کی تاویل اور معنی غور وخوض کرنے اور محکمات کی طرف رجوع کرنے سے راسخین فی العلم کو بھی بقدر ان کے علم اور فہم ان پر منکشف ہو جاتے ہیں اگرچہ اصل حقیقت اللہ ہی کو معلوم ہوتی ہے مگر

بقدر علم راسخین فی العلم بھی اس کی تاویل کو جانتے اور سمجھتے ہیں ۱۹۔ تمام بحث کا حاصل یہ ہے کہ جمہور علمائے کے مؤقف کے مطابق متشابہات کا علم اللہ کے علاوہ کسی اور کو نہیں ہے اور انسانوں کے پاس صرف اتنا علم ہے جو اللہ نے انھیں دیا ہے۔ بعض علماء متشابہات میں تاویل کی کوشش کرتے ہیں لیکن وہ بھی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ حقیقی مراد صرف اللہ جانتا ہے نیز یہ کہ چند چیزوں کا علم اللہ نے اپنے لیے خاص کیا ہے مثلاً قیامت کا وقت وغیرہ۔

۳- راسخین فی العلم کون لوگ ہیں؟

آیت میں راسخین فی العلم کا ذکر کیا گیا ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اس سلسلہ میں نقل کیا ہے کہ:

> قال ابن أبي حاتم: حدثنا محمد بن عوف الحمصي، حدثنا نعيم بن حماد، حدثنا فياض الرقي، حدثنا عبدالله بن يزيد . وكان قد أدرك أصحاب النبي ﷺ : أنساً، وأبا أمامة، وأبا الدرداء، رضي الله عنهم، قال: حدثنا أبو الدرداء، أن رسول الله ﷺ سئل عن الراسخين في العلم، فقال: "من برّت يمينه، وصدق لسانه، واستقام قلبه، ومن أعفّ بطنه وفرجه، فذلك من الراسخين في العلم" ۲۰

(یعنی حضور ﷺ سے سوال ہوتا ہے کہ پختہ علم والے کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس کی قسم سچی ہو، جس کی زبان راست گو ہو، جس کا دِل سلامت ہو، جس کا پیٹ حرام سے بچا ہو اور جس کی شرم گاہ زنا کاری سے محفوظ ہو، وہ مضبوط علم والے ہیں)۔

اور راسخین فی العلم کے مقابل زائغین کا گروہ ہے جو نفسانی خواہشوں کی وجہ سے کج اور خراب ہو چکے ہیں حق بات ان کے دل میں نہیں اترتی ۲۱۔

محکم کی اقسام

محکم کی دو اقسام بیان کی جاتی ہیں: محکم لعینہ اور محکم لغیرہ۔ اس کی تفصیل علامہ

بزدوی نے یوں تحریر کی ہے کہ:

ثم انقطاع احتمال النسخ قد يكون لمعنى في ذاته بأن لا يحتمل التبدل عقلا كالآيات الدالة على وجود الصانع وصفاته جل جلاله و حدوث العالم، ويسمى هذا محكما لعينه، وقد يكون بانقطاع الوحي بوفاة النبي ﷺ ويسمى هذا محكما لغيره ۲۲۔

(یعنی پھر یہ احتمال نسخ کا انقطاع بعض اوقات اس کے ذاتی معنی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لحاظ کہ وہ معنی عقلی طور پر تبدیلی کا متحمل نہیں ہوسکتا، جیسا کہ وہ آیات جو وجودِ خالقِ کائنات اور اس کی صفات اور حدوثِ عالم پر دلالت کرتی ہیں تو اس کو محکم لعینہ کا نام دیا جاتا ہے اور کبھی رسول اللہ ﷺ کی وفات کے باعث انقطاعِ وحی کی وجہ سے ہوتا ہے تو اسے محکم لغیرہ سے موسوم کیا جاتا ہے)۔

متشابہ کی اقسام

متشابہ کی اقسام درج ذیل ہیں:

۱- جو فقط لفظاً متشابہ ہو۔ ۲- جو فقط معنیً متشابہ ہوں۔ ۳- جو لفظاً اور معناً دونوں اعتبار سے متشابہ ہوں۔

☆ جو فقط لفظاً متشابہ ہوں۔ اس کی دو اقسام ہیں:

ا- وہ تشابہ جو الفاظ مفردہ میں ہو یہ غرائب لفظی کی وجہ سے ہوگا جیسے اب، یزفون یا لفظ مشترک کی وجہ سے ہوگا جیسے ید، عین۔

ب- جو کلام مرکب میں تشابہ ہوتا ہے اس میں تشابہ تین قسم کا ہے۔ بوجہ اختصار، بسط کلام اور وہ تشابہ جو ترتیب کلام میں تغیر کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

☆ جو فقط معنیً مشابہ ہوں: جیسے صفات باری تعالیٰ احوال آخرت، یہ اوصاف نہ محسوس ہیں نہ محسوسات کی قسم سے اس لیے اس کا تصور ناممکن ہے۔

☆ جو لفظاً اور معنیً مشابہ ہوں۔ ان کی پانچ اقسام ہیں۔

۱- کمیت کے اعتبار سے، یعنی کسی حکم کے عام یا خاص ہونے کے بارے میں شبہ واقع ہو۔

۲- کیفیت کے اعتبار سے، کسی حکم کے واجب یا مندوب ہونے میں شک وشبہ پایا جانا۔

۳- زمانہ کے اعتبار سے، کسی آیت کے ناسخ یا منسوخ ہونے کا شبہ واقع ہو۔

۴- مکان اور اسباب نزول کے اعتبار سے۔

۵- وہ تشابہ جو کسی فعل کی صحت وفساد کی شروط کو نہ جاننے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے[۲۳]۔

بعض اوقات تشابہ معنی میں بوجہ اخفاء کے ہوتا ہے یہ اخفاء مختلف طرح سے ہوتا ہے شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اس کی نو صورتیں بیان کی ہیں۔

اخفاء کی مختلف صورتیں

ضمیر کا دو مراجع کی طرف لوٹنے کا احتمال ہو، ایک کلمہ دو یا زیادہ معنی میں مشترک ہو۔ اطلاق عطف کا قریب یا بعید پر احتمال۔ جیسے: (**وامسحوا برؤسکم وارجلکم**)، قراءت کسر کی صورت میں عطف یا استناف کا احتمال۔ جیسے (**وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم**)، استعمال کنایہ یعنی احکام میں سے ایسا حکم ثابت کرنا کہ جو بعینہٖ مراد نہ ہو بلکہ اس کا مقصد مخاطب کے ذہن کو ایسے معانی کی طرف منتقل کرنا ہو جو لوگوں میں بالعموم محاورے کے طور پر معروف ہو یا انسانی عقل اسے لازم سمجھتی ہو۔ جیسے **عظیم الرماد**، مقصودی معنی کسی محسوس شکل میں سمجھانا۔ جیسے (**واجلب علیہم بخیلک**) یہ اللہ تعالیٰ اور شیطان کے درمیان مکالمہ ہے۔ مطلب جا اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ لے آ، تعریض یعنی حکم تو عام ذکر کیا جائے لیکن مقصد کسی خاص شخص کا حال بیان کرنا مقصود ہو جیسے **وما کان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله امرا** اسی طرح **ولا یاتل اولوا الفضل**، مجاز عقلی، یعنی فعل کو ایسے فاعل کی طرف منسوب کرنا کہ وہ فاعل، فاعل حقیقی نہ ہو، اور حذف: یہ کئی طرح سے ہوسکتا ہے جیسے حذف مضاف وغیرہ[۲۴]۔

صفات باری تعالیٰ اور متشابہات

وہ آیات جو صفات باری کے ضمن میں وارد ہوئی ہیں، متشابہات کی اس قسم سے تعلق رکھتی ہیں جن کے معنی ومفہوم سے کوئی بشر آگاہ نہیں ہے۔ ابن اللبان نے ان آیات کے ذکر و بیان میں مستقل کتاب "رد المتشابهات الى الآيات المحكمات" تصنیف کی ہے[۲۵]۔

چند آیات درج ذیل ہیں:

الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (طہ ۲۰/۵)

(وہ بڑا مہربان عرش پر قائم ہوا)

وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (الفجر ۸۹/۲۲)

(اور تمہارا پروردگار (جلوفرما ہوگا) اور فرشتے قطار باندھ کر آموجود ہوں گے)

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (الفتح ۴۸/۱۰)

(اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے)

ان آیات کے متعلق تین طرح کے نظریات موجود ہیں:

☆ مذہب السلف

متقدمین کا نظریہ یہ ہے کہ ان متشابہات پر ایمان لا کر ان کی حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کو سونپ دیا جائے۔ مثلاً امام مالکؒ نے استواء علی العرش کے بارے میں فرمایا کہ:

الكيف غير معقول والإستواء غير مجهول والإيمان به واجب والسؤال عنه بدعة [۲۶]۔

(مراد یہ ہے کہ استواء معلوم ہے مگر اس کی کیفیت معلوم نہیں۔ اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے متعلق سوال بدعت ہے)

☆ مذہب الخلف

متاخرین کا زاویہ نگاہ یہ ہے کہ جس لفظ کا ظاہری اطلاق ذات ربانی پر محال ہو

اس کی مناسب تاویل کی جائے۔ یہ نقطہ نگاہ امام الحرمین (عبدالملک بن ابی عبداللہ بن یوسف الشافعی) ۲۷ اور علماء متاخرین کی ایک جماعت کی جانب منسوب ہے۔ امام سیوطیؒ کے خیال میں امام الحرمین نے دوبارہ سلف کا موقف اختیار کرلیا تھا۔ بہرحال متاخر علماء نے ان آیات اور احادیث کی تاویل کی ہے۔ مثلاً اکثر متاخرین نے استواء سے مراد معنوی بلندی، رب کے آنے سے اس کے حکم کا نزول مراد لیا ہے۔ اسی طرح ید الله (اللہ کا ہاتھ) سے اللہ کی قدرت مراد لی ہے ۲۸۔

☆ مذہب المتوسطین

ابن دقیق العید نے توسط کی راہ اختیار کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ:

فقال إذا كان التأويل قريبا من لسان العرب لم ينكر أو بعيدا توقفنا عنه و آمنا بمعناه على الوجه الذي أريد مع التنزيه وما كان معناه من هذه الألفاظ ظاهرها مفهوما من تخاطب العرب قلنا به من غير توقف كما في قوله تعالى: (يا حسرتى على ما فرطت في جنب الله) فنحمله على حق الله وما يجب له۲۹۔

(یعنی اگر تاویل ایسی ہو جو اہل عرب کی زبان سے قریب ہے اور اس کو منکر نہیں ٹھہرایا گیا ہے یا وہ تاویل بعید ہے تو ان دونوں حالتوں میں ہم اس کی روایت تلاش کریں گے اور اس کے معنی پر اسی طریقے سے ایمان لائیں گے جو کہ اس سے مراد بتائی گئی ہے اور اس کے ساتھ ہی تنزیہ باری تعالیٰ کا بھی ضرور لحاظ رکھیں گے اور اگر ایسے لفظ کے معنی اہل عرب کے باہمی طرزِ خطاب کی رو سے ظاہر اور عام طور پر معلوم ہوں گے تو ہم ان کو بغیر کسی توقف (تلاش روایت) کے مان لیں گے اور ان کے قائل ہوجائیں گے جیسے کہ قولہ تعالیٰ (یاحسرتی علیٰ مافرطت فی جنب الله) میں لفظ ''جنب'' کے معنی ہیں کہ ہم اس کا حمل اللہ کے حق اور اس کے لیے واجب باتوں پر کرتے ہیں)۔

متشابہ صفات کی حکمت

متشابہ صفات کی حکمتیں علماء نے اپنے اپنے انداز میں بیان کی ہیں۔ امام رازیؒ کے بقول: قرآن خواص ہوں یا عوام سب کو دعوت دیتا ہے۔ عوام حقائق کی تہ تک پہنچنے سے قاصر رہتے ہیں۔ جب عوام میں سے کوئی شخص پہلی مرتبہ ایک ایسی ذات کا حال سنتا ہے جو نہ تو جسم رکھتی ہے نہ متحیز ہے اور نہ اس کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے تو وہ سمجھنے لگتا ہے کہ یہ تو عدم اور نفی محض کی دلیل ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خدا کو صفات سے عاری (تعطیل) خیال کرنے لگتا ہے۔ اس لیے بہتر یہی تھا کہ خدا کو ایسے الفاظ سے پکارا جائے جو لوگوں کے وہم و خیال کے مطابق ہوں اور ایسی چیز سے مخلوط ہوں جو حق صریح پر دلالت کرتی ہو۔ پہلی قسم جس کے ساتھ باری تعالیٰ کو آغاز کار میں پکارا جاتا ہے متشابہ کہلاتی ہے۔ دوسری قسم جو حق صریح کو نمایاں کرتی ہے اس کو محکم کہتے ہیں[۳۰]۔

حروف مقطعات اور متشابہات

سورتوں کے آغاز میں آنے والے حروف مقطعات (مثلاً الـم، الـمص، حـم وغیرہ) بھی متشابہ کے شمار میں داخل ہیں۔ دیگر متشابہات کی طرح حروف مقطعات کے متعلق بھی مختلف آراء ہیں۔ چند ایک درج ذیل ہیں:

☆ ایسے اسرار ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا۔ یہ ابن المنذر وغیرہ کی رائے ہے۔

☆ بعض نے ان کو سورتوں کے فواتح قرار دیا ہے۔ ابن ابی حاتم وغیرہ سے ایسی روایات منقول ہیں۔

☆ تیسری رائے یہ ہے کہ یہ اسمائے الٰہی ہیں۔ علی بن ابی طلحہ سے اس سلسلے میں روایات ملتی ہیں۔

☆ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حروف سورتوں کے نام ہیں۔ ماوردی نے اس قول کو زید بن اسلم کا قول بتایا ہے[۳۱]۔

غرض یہ کہ علماء نے مختلف آراء کا اظہار کیا ہے۔ بعض نے ان میں تاویل کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً:

الم میں الف سے مراد اللہ، لام سے مراد جبریل اور میم سے مراد محمد ﷺ لیا ہے۔ یعنی اللہ نے جبریل کو محمد ﷺ کے پاس بھیجا۔ یا الف سے مراد انا اور لام سے مراد اللہ اور میم سے مراد اعلم یعنی انا اللہ اعلم ۳۲۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس بحث کو یوں سمیٹا ہے کہ:

''ان حروف کے معانی سے عام لوگوں کو اطلاع نہیں دی گئی، شاید رسول اللہ ﷺ کو بتلا دیا گیا ہو۔ کیوں کہ اللہ و رسول نے اہتمام کے ساتھ وہی باتیں بتلائی ہیں جن کے نہ جاننے سے کوئی حرج دین میں واقع ہوتا ہو اور ان کے نہ جاننے سے کوئی حرج نہ تھا۔ اس لیے ہم کو بھی ایسے امور کی تفتیش نہیں چاہیے'' ۳۳۔

محکم کی متشابہ پر فضیلت

محکمات کو متشابہات پر برتری حاصل ہوگی۔ اس کی وجہ کچھ یوں ہے کہ:

- ☆ محکم واضح ہوتا ہے اور ایک سے زائد معانی کا محتمل نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس سے بآسانی استدلال کیا جاسکتا ہے۔
- ☆ محکم اصل ہے اور اصل کا درجہ اسبق ہوتا ہے۔
- ☆ محکم کا علم تفصیلی اور متشابہ کا علم اجمالی ہوتا ہے ۳۴۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سورۃ الحج کی آیت ۵۲/ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

''قدیم سے یہ عادت رہی ہے کہ جب کوئی نبی یا رسول کوئی بات بیان کرتا یا اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے۔ شیطان اس بیان کی ہوئی بات یا آیات میں

طرح طرح کے شبہات ڈال دیتا ہے۔ یعنی بعض باتوں کے متعلق بہت لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کر کے شکوک وشبہات پیدا کر دیتا ہے۔ مثلاً نبی ﷺ نے آیت اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيْرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ (البقرہ/۱۷۳) پڑھ کر سنائی، شیطان نے شبہ ڈالا کہ دیکھو اپنا مارا ہوا تو حلال اور اللہ کا مارا ہوا حرام کہتے ہیں۔ یا آپ نے حضرت مسیح کے متعلق پڑھا وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ (النساء/۱۷۱) شیطان نے سجھایا کہ اس سے حضرت مسیح کی ابنیت والوہیت ثابت ہوتی ہے۔ اس لقاء شیطانی کے ابطال ...... پیغمبر علیہا السلام اللہ تعالیٰ کی وہ آیات سناتے ہیں جو بالکل صاف اور محکم ہوں اور ایسی پکی باتیں بتلاتے ہیں جن کو سن کر شک وشبہ کی قطعاً گنجائش نہ رہے۔ گویا ''متشابہات'' کی ظاہری سطح کو لے کر شیطان جو اغواء کرتا ہے ''آیات محکمات'' اس کی جڑ کاٹ دیتی ہیں جنھیں سن کر تمام شکوک وشبہات ایک دم کافور ہو جاتے ہیں ۳۵۔

غرض یہ واضح ہو جانے کے بعد کہ محکم کو متشابہ پر برتری حاصل ہے، یہ سوال اٹھتا ہے کہ متشابہات کو نازل کرنے کی حکمتیں کیا ہیں؟ یہ دو قسم کی آیتیں کیوں اتاری جاتی ہیں؟ شیطان کو اتنی وسوسہ اندازی اور تصرف کا موقع کیوں دیا جاتا ہے؟ اور آیات کا جو احکام بعد کو کیا جاتا ہے ابتداء ہی سے کیوں نہیں کر دیا جاتا؟ ذیل میں ان سوالات کا جواب دیا جائے گا۔

متشابہات کو نازل کرنے کی حکمت وفوائد

علماء نے مختلف انداز میں ان سوالات کا جواب دیا ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے بہت سے امور ذکر کیے ہیں، جن میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جائے گا:

☆ یہ علماء کو اس طرح غور کرنے پر آمادہ بنانے کا موجب ہے جس سے قرآن کی مخفی باتوں کا علم حاصل ہوتا اور اس کی باریکیوں پر غور کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

☆ اس قسم کے متشابہ سے انسانوں کا فہم میں باہم کم وبیش ہونا اور ان کے درجوں کا

تفاوت عیاں ہوتا ہے۔

ایسا متشابہ جس کا علم حاصل ہونا ممکن ہی نہیں وہ بھی فوائد سے خالی نہیں۔ چند فوائد درج ذیل ہیں:

☆ بندوں کی آزمائش مقصود ہے کہ وہ کیسا رویہ اختیار کرتے ہیں؟

☆ ایسے متشابہات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر قرآن شریف کے منزل من اللہ ہونے کی حجت قائم فرمائی ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہوسکتی تھی کہ اہل عرب باوجود اپنے دعویٰ فصاحت و بلاغت کے متشابہات پر واقف ہونے سے عاجز رہے۔

☆ متشابہات کا وارد کرنا معنی مراد کی تہ تک پہنچنے میں مزید مشقت کرنے کا موجب ہوتا ہے اور جتنی مشقت زیادہ ہو اتنا ہی ثواب بھی زیادہ ملے گا ۳۶۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ:

"یہ سب امور حق تعالیٰ کی غیر محدود علم و حکمت سے ناشی ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو علماً و عملاً دار امتحان بنایا ہے۔ چنانچہ اس قسم کی کارروائی میں بندوں کی جانچ ہے کہ کون شخص اپنے دل کی بیماری یا کجی کی وجہ سے پادر ہوا شکوک و شبہات کی دلدل میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور کون سمجھ دار آدمی اپنے علم و تحقیق کی قوت سے ایمان و جنات کے مقام بلند پر پہنچ کر دم لیتا ہے، سچ تو یہ ہے کہ آدمی نیک نیتی اور ایمان داری سے سمجھنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ دستگیری فرما کر اس کو سیدھی راہ پر قائم فرما دیتے ہیں" ۳۷۔

محکمات کا حکم

محکم پر عمل کرنا واجب ہے اور اس میں کسی طرح کا کوئی احتمال نہیں ہوتا اور یہ قطعیت کا فائدہ دیتا ہے۔ علامہ بزدویؒ فرماتے ہیں:

وحکم المحکم وجوب العمل به من غير احتمال ۳۸۔

(اور محکم کا حکم بغیر کسی احتمال کے اس پر عمل کا واجب ہونا ہے)

متشابہات کا حکم

ان آیات کا حکم یہ ہے کہ ان کو محکمات کی طرف راجع کر کے دیکھنا چاہیے۔ جو معنی محکمات کے مطابق ہوں ان کو لیا جائے اور جو معنی آیات محکمات کے خلاف ہوں ان کو نہ لیا جائے [۳۹]۔

جن متشابہات کا علم حاصل ہونا ممکن ہی نہیں انھیں بھی برحق اور منزل من اللہ سمجھ کر ایمان رکھنا ضروری ہے اور اس سلسلے میں نہایت احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ امام فخر الدین رازیؒ کا قول ہے کہ:

> ''وہ شخص ملحد ہے جو کہ قرآن شریف پر اس وجہ سے طعن کرتا ہو کہ اس میں متشابہ آیتیں شامل ہیں'' [۴۰]۔

خلاصہ کلام

تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ محکم وہ ہے جس کی مراد واضح، یقینی اور قوی ہو نیز جس میں نسخ کا احتمال ہرگز نہ ہو۔ اور متشابہ، محکم کے برعکس ہے یعنی جس کی مراد غیر یقینی و مبہم ہو اور اس میں کئی معانی کا احتمال موجود ہو۔ نیز متشابہ وہ کلام ہے جس کی حقیقی مراد کی معرفت کی امید منقطع ہو جائے۔ محکم و متشابہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں تا کہ فتنہ و فساد پھیلا سکیں۔ جمہور علماء کے موقف کے مطابق متشابہات کا علم اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور انسانوں کے پاس صرف اتنا علم ہے جو اللہ نے انھیں دیا ہے۔ بعض علماء متشابہات میں تاویل کی کوشش کرتے ہیں لیکن وہ بھی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ حقیقی مراد صرف اللہ جانتا ہے۔ مزید یہ کہ چند چیزوں کا علم اللہ نے اپنے لیے خاص کیا ہے مثلاً قیامت کا وقت وغیرہ۔ محکم پر عمل کرنا واجب ہے اور اس میں کسی طرح کا کوئی احتمال نہیں ہوتا۔ اور محکم کو متشابہ پر برتری حاصل ہے اور یہ قطعیت کا فائدہ دیتا ہے۔

حواشی ومراجع

۱ ابن منظور، محمد بن مکرم الافریقی، لسان العرب، دار صادر، بیروت، بدون تاریخ، ۱۲/۱۴۰

۲ وحیدالزماں قاسمی کیرانوی، القاموس الوحید، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص۳۶۵

۳ القاموس الوحید، ص۸۳۹-۸۴۰

۴ جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، تحقیق مرکز الدراسات قرآنیہ، وزارت اوقات، سعودی عرب، ۳/۱۳۳، الاتقان، مکتبہ العلم، لاہور، ۲/۳۳

۵ محمد عبدالعظیم الزرقانی، مناهل العرفان فی علوم القرآن، مطبعۃ عیسی البابی الحلبی وشرکاہ، ۲/۲۷۰

۶ شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، (مترجمین: سید محمد مہدی الحسنی، مولانا حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی)، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، لاہور، بدون تاریخ، ص۱۴۳

۷ محمد ثناء اللہ المظہری، التفسیر المظہری، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۲ھ، ۲/۷

۸ عبدالعزیز بن احمد بن بن محمد، کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام البزدوی (محقق: عبداللہ محمود محمد عمر)، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ، ۱/۸۰

۹ ایضاً، ۱/۸۸

۱۰ احمد بن علي الرازي الجصاص، (محقق: عجیل جاسم النشمی)، الفصول فی الاصول، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، دولۃ الکویت، ۱۹۹۴ء، ۱/۳۷۳

۱۱ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، (تحقیق: احمد البردونی وابراہیم اطفیش)، دارالکتب المصریۃ، القاہرۃ، ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء، ۴/۱۰

۱۲ الاتقان فی علوم القرآن، ۲/۳۶

۱۳ الاتقان فی علوم القرآن، ۲/۳۴-۳۵، ادریس کاندھلوی، معارف القرآن، مکتبہ عثمانیہ بیت الحمد، لاہور، ۱، ۱۹۸۲ء، ص۴۴۷

۱۴ تفسیر قرطبی،۲/۵۳۲

۱۵ الاتقان فی علوم القرآن،۲/۴۳-۴۶

۱۶ محمد کرم شاہ، پیر الازہری، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، بدون تاریخ، ۱/۲۰۹

۱۷ معارف القرآن،۱/۴۴۶-۴۴۷

۱۸ شہاب الدین محمود الآلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، داراحیاء التراث العربی، بیروت، بدون تاریخ،۲/۴۸۵

۱۹ ادریس کاندھلوی، معارف القرآن،۱/ ۴۴۸

۲۰ ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، (محقق: سامی بن محمد سلامۃ)، دارطیبۃ للنشر والتوزیع،۱۹۹۹ء،۲/۱۲

۲۱ ادریس کاندھلوی، معارف القرآن،۱/۴۵۰

۲۲ کشف الاسرار عن اصول فخرالاسلام البزدوی،۱/۸۰-۸۱

۲۳ راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، (تحقیق: محمد سید کیلانی)، دارالمعرفۃ، لبنان، بدون تاریخ،۱/۲۵۴

۲۴ عبدالحمید خان سواتی، عون الخبیر شرح الفوز الکبیر، مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ، ۲۰۰۵ء

۲۵ الاتقان،۲/۴۱، صبحی صالح، علوم القرآن، (مترجم: غلام احمد حریری)، ملک سنز، فیصل آباد، ۲۰۰۷ء، ۴۰۵

۲۶ الاتقان،۲/۴۱

۲۷ ابن خلکان، شمس الدین احمد بن محمد، وفیات الاعیان و انباء ابناء الزمان، (محقق: احسان عباس)، دارصادر، بیروت،۱۹۰۰،۱/۲۸۰

۲۸ البرھان،۱/۸۲، الاتقان،۲/۴۲

۲۹ محمد عبدالعظیم الزرقانی، مناھل العرفان فی علوم القرآن، مطبعہ عیسی البابی الحلبی وشرکاہ،

بدون،۱/۲۸۹-۲۹۰

۳۰ے مناھل العرفان،۲/۱۸۰

۳۱ے الاتقان،۲/۴۷-۵۰

۳۲ے جلال الدین محلی ، جلال الدین سیوطی ، تفسیر جلالین (کمالین)،(مترجم: مولانا محمد نعیم)،مکتبہ شرکت علمیہ،ملتان، بدون،تاریخ ۱/۳۴۲

۳۳ے تھانوی،اشرف علی،مولانا،بیان القرآن،سعید کمپنی،ادب منزل،کراچی،بدون تاریخ،۱/۲

۳۴ے الاتقان فی علوم القرآن، ۲/۵۵

۳۵ے شبیر احمد عثمانی،تفسیر عثمانی،مجمع الملک فہد الطباعہ،المصحف الشریف،سعودی عرب، بدون تاریخ،۴۵۰

۳۶ے الاتقان فی علوم القرآن،۲/۵۴-۵۷

۳۷ے تفسیر عثمانی،ص۴۵۰

۳۸ے اصول بزدوی،ص۴۷

۳۹ے محمد ادریس کاندھلوی،،معارف القرآن،مکتبہ عثمانیہ بیت الحمد،لاہور،۱۹۸۲ء،۱/۴۴۴

۴۰ے الاتقان فی علوم القرآن،۲/۵۶